رمزی

فارسی زبان کا ایک بے نام و نشان شاعر

ناجی منوّر

نشان و نام نداریم بے سر و پاییم

ز مردماں بے مطلب نام یا نشان مرا

وطن مپرس مرا در سرا چہ فانی

کہ مرغ قدس ندید است آشیان مرا

جس شاعر کے آشیان راحت سے تین چار سو سال پہلے بھی مرغ قدس تک ناواقف رہا ہو بھلا ہم نارسا لوگ اُسے کہاں تلاش کریں۔ شاید اس دنیائے فانی میں اس شاعر کا کوئی نام و نشان موجود نہیں ہے بجز اس مخطوطے کے جو ہمارے پاس آج تک محفوظ ہے اور جس سے ہم دیوانِ رمزی کا نام دے رہے ہیں یہ مخطوطہ شاید کسی زمانے میں مجلد دیوان کی صورت میں موجود رہا ہوگا لیکن اب اوراق پریشان کی شکل اختیار کئے ہوئے ہے ابتداء کے ۱۸،۱۰ اور درمیان کے ۱۷ اوراق غائب ہیں اور باقی ۳۳۷ اوراق کو ہم مجلد مخطوط کی صورت دے رہے ہیں دس ہزار سے زیادہ اشعار کا یہ دیوان شاید واحد نسخہ ہے جو ہمارے پاس موجود ہے کیونکہ ہم نے آج تک فارسی زبان کی کسی ادبی تاریخ میں انکا نام نہیں دیکھا۔ برٹش میوزیم کے کیٹلاگ میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں ہے ہم نے ہندوستان میں ایران ایمبیسی سے بھی دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ایران کی ادبی تواریخ میں اس نام کا کوئی شاعر موجود نہیں ہے نسخہ کے ابتدائی ۱۶/ اوراق/

Scanned by CamScanner

چونکہ غائب ہیں اسلئے نہیں کہا جاسکتا ہے کہ یہ دیوان غزل ہی سے شروع ہوا ہے یا اولاً کوئی قصیدہ درج رہا ہے باقی کے تقریباً تین سو اوراق پر ردیف وار غزلیں درج ہیں اس کے بعد متفرقات ایک دو ترکیب بند ایک ترجیع بند، ایک مثنوی، رباعیات بھی ہیں اور آخر میں ایک بحر طویل ہے جو پندرہ صفحات پر پھیلا ہوا ہے ان سب باتوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر کو کلام پر کمال کی قدرت حاصل رہی ہے بحر طویل کے اختتام پر تاریخ تحریر درج ہے اور اس عبارت پر دیوان کا اختتام ہوجاتا ہے "تمت الکتاب بعون الملک الوہاب روز جمعہ بتاریخ شانزدھم شہر صفر ختم اللہ بالخیر والظفر سنہ احد مطابق ۱۲۲۱ھ۔ نسخہ پر کاتب کا نام کہیں پر درج نہیں ہے سارا دیوان انتہائی خوشخط ہے حاشیہ سنہری یا ہی سے دیدہ زیب بنایا گیا ہے اور دیوان کے اختتام پر اقوال حضرت علیؓ درج ہیں جنکا منظوم ترجمہ شاید رمزی نے ہی کیا ہے یہ متبرک ۱۶۷ اقوال مع منظوم ترجمہ ۴۰ صفحات پر پھیلے ہوتے ہیں اور شاعر ان اقوال کا تعارف ذیل کے اشعار سے کرتا ہے۔

ابتداء میکنم بنام خدا   کوست بخشندہ خطا و عطا
خالق رازق است او بینک   خلق او صد ہزار پیش اویک
محمدؐ خدا درود و سلام   بر نبیے و مآل او تمام
آں رسولؐ کہ خالق افلاک   گفت در شانش آیہ لولاک
بعد حمد خدا و نعت رسولؐ   بشنو ایں کہ گفت زوجہ بتول
حیدر صفدر آں شہہ مردان   شیر یزداں علی بن عمران
چوں شنیدی بعلم آور زود   کہ بود خلق عام رازبن شود

دیوان رمزی کا مکمل مطالعہ کرنے کے بعد ہمیں شاعر اور اسکی شاعری کے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہو سکتی ہیں اس کے سرسری مطالعہ کے بعد ہم جن نتائج پر پہنچ چکے ہیں انہیں یہاں پر درج کرنے کی کوشش کر رہے ہیں دیوان رمزی میں ایک غزل اس طرح سے درج ہے۔

گذشتہ بود ز ہجرت ہزار دہ و دو سال
کہ گفت کن بوجود من ایزد متعال

بصبح اول ماہ محرم و شنبہ
دریں جہاں فرآق آمدم بوصال

کنوں گذشتہ ز ہجرت ہزار و صد و سہ سال
کہ در جہاں خرابم ایا نجستہ خصال

بحکم از جعیش کوش میکشم شب و روز
کہ تا مگر بفراقم بخواند او بوصال

نہ آنکہ شکوہ نمایم ز زندگانی خویس
بحمد و شکر و سپاسش مرا ست حسن مقال

سر رضا نکشد از قضای تو رمزی
ہر آنچہ بر سرش آید رضا سبب در ہمہ حال

یعنی رمزی ۱۰۱۲ھ میں پیدا ہوئے اور مندرجہ بالا اشعار ۱۱۰۳ھ میں لکھے گئے ہیں اکیانوے سال کی عمر میں اوپر کی غزل لکھنے کے بعد نہ معلوم وہ کتنے سال زندہ رہے ہیں اس غزل کی تحریر کے ۱۸ سال بعد انکا دیوان لکھا گیا ہے عین ممکن ہے کہ ۱۱۲ سال کی عمر میں انہوں نے خود ہی اپنا دیوان ترتیب دیا یا دلوایا ہو یہ بات بھی عین ممکن ہے کہ انکی وفات کے فوراً بعد انکے کسی معتقد یا رفیق نے یہ دیوان ترتیب دیا ہو۔ بحر حال انکا یہ دیوان تین سو سال کی طویل مدت تک کسی گوشہ گمنامی میں رہ کر ہم تک پہنچا ہے رمزی نے ایک دوسری غزل میں بھی اپنی عمر کے نوے سال سے تجاوز کرنے کا ذکر کیا ہے اس طرح سے ہمارے قیاسات حقیقت تک پہنچتے دکھائی دیتے ہیں۔

از نود بگذشت عمرم شد سپید
موی سر ہم ریخت دندان الغیاث

دیوان رمزی کا مطالعہ کرتے ہوتے اس بات کا بھی احساس ہو جاتا ہے کہ وہ ہندوستان کے شاعر تھے ممکن ہے کہ انکا خاندانی تعلق ایران یا وسط ایشیا کے کسی اور ملک سے رہا ہو اور کسی زمانے میں ہندوستان آکر سکون پذیر ہوگئے ہوں لیکن رمزی خود ہندوستان ہی میں پلے بڑے ہیں دیوان میں بعض مقامات پر ہندوستانی فضاؤں کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے ذرا انکی یہ فارسی غزل کا یہ قطعہ مطالعہ کیا جائے۔

گفتمش حجی کنی کہ دل بر رست آری مرا / گفت ہم حاجی نہیں بر بُت بود احرام ما

گفتم ای بُت، بت پرستی آں نہ آں بتت رانغا گیر / گفت نے نے او مہادیو است و کشن رام ما

گفتمش بُت ہا بسی دارد جہاں ہر نام کیست / گفت نام اللہ ماگوی وہم ہر نام ما

گفتمش ہر نام میگوی محمدؐ ہم از دوست / گفت ہر نام است نام آں بُت بی نام ما

گفتم اسلام آور داز کفر بیرون آی گفت / زلف کفر ماوردی ما بود اسلام ما

گفتم ایں تحقیق اما دین احمدؐ برگزیں

گفت رمزی ایں زماں کوشی تو در الزام ما

اس طرح سے رمزی اپنی شاعری کے ذریعے کفر و اسلام کے قضئے کو بھی حل کرتا ہے اور اپنے مسلک صلح کل کی نشاندہی بھی ہم پر واضح کرتا ہے ایک طرف سے رمزی دین مصطفویؐ کا زبردست معتقد اور شعیہ مسلک کا حامی دکھائی دیتا ہے اور دوسری طرف سے ہر نام ہی میں محمدؐ کی خوشبو کو ہمیں محسوس کراتا ہے اور مہادیو، کشن اور رام کو اللہ سے جدا نہیں مانتا ہے ان اشعار سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ رمزی ہندوستانی شاعر تھے اور یہاں کی تہذیب اور تمدن کے زبردست شیدائی بھی رہے ہیں دیوان رمزی کے "ن" کے ردیف میں ایک حاشیہ والی غزل میں ہمیں شاعر کی زندگی کے بارے میں کچھ مزید معلومات فراہم ہو جاتی ہیں۔ کوئی میر عبداللہ صاحب ۱۱۱۳ھ میں شاعر کے مہماں ہو جاتے ہیں اس واقعہ کے حمد میں شاعر کے قلم سے یہ اشعار لکھے جاتے ہیں۔

حمد و شکر و سپاس آں مناں / کہ کند خلق و ہم دید شاں تاں

پس درود رسولؐ حق از حق / کہ طفیل وی است جملہ جہاں

ثلث و عشر و مایتہ الف سنہ (۱۱۱۳ھ) / رفتہ از ہجر تش مہ شعبان

یوم اثنین و اربع عشرین / خمس یومین ماندہ از رمضان

ماہ مذکور میر عبداللہ / آمد از غیب مر مرا مہماں

ماہ در جدی و مہر اندر حوت / بود کامہ خجستہ پی بہ جہاں

Scanned by CamScanner

طالع او بود حمل دیدم   شرف شمس و بیت بہرام آں

باد عمرش ہر آنچہ حق خواہد   روز بیش باد علم از رحماں

مردم از خود ثمرده مال مبین

رمزی از حق بدال ز خویش مداں

ننانوے سال کی عمر میں اس غزل کا لکھا جانا اس بات کی مزید شہادت ہے کہ اس عمر میں بھی شاعر کے قواتے ظاہری جواب نہیں دے چکے تھے پھر یہ بات بھی تعجب خیز نہیں رہ جاتی کہ ۱۱۳۲ھ میں شاعر نے ایک سو دس سال کی عمر میں اپنا دیوان خود ہی ترتیب دیا ہو۔ مہمان میر عبداللہ نام کشمیر سے باہر کا نہیں بلکہ کشمیر ہی کا کوئی نام لگتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رمزی کشمیر میں کسی مقام پر سکونت پذیر تھے (میر عبداللہ بیہقی کشمیری شاعر دفرزند ارجمند میر عبدالرشید بیہقی کا زمانہ بعد کا ہے) اس واقعہ کے علاوہ دیوان رمزی کے نسخہ میں شاید کسی جگہ یہ شہادت نہیں ملتی ہے کہ وہ کشمیر میں سکونت پذیر تھے یوں تو غزل کے ہر مقطع میں شاعر کی ذات' اسکی سوچ اور اسکے اعتقادات کا پتہ چلتا ہے رمزی کے مقطعوں میں بھی یہی کچھ ہوا ہے اگرچہ انہوں نے شاعرانہ تعلی سے ہر جگہ اجتناب کیا ہے لیکن کہیں کہیں اسکی ذات کے بارے میں ضرور پتہ چلتا ہے اس مقطع سے ظاہر ہے کہ رمزی اپنے وقت کے عالموں میں شمار ہوتے ہونگے اور وہ اپنے کو الوالابصاروں میں شمار کرتے ہونگے۔

نہ چوں دیگراں اعمی تو ہم رمزی نظر بکشا

بہ بینی چوں الوالابصار ہم در رات ہم در حب

بحر طویل کے مقطع میں رمزی کی ذات کے متعلق منکشف ہو جاتا ہے کہ انکا حسب و نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔ رقمطراز ہیں۔

سر توحید وحید احد واحد یکتا ہی او کردہ بیاں رمزے مسکین

کہ ز آلِ نبیؐ ہاشمی الطحی اولاد علیؓ ولی آں سری الٰہی است

کہ آوردہ میراث درین عالم حادث کہ قدیمت بمعنی نہ بصورت ...... تقریباً ایک سو سال کی زندگی گذارنے کے بعد رمزی کشمیر یا ہندوستان کے کسی گوشے میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملتے ہیں ظاہر ہے کہ انکے آباد اجداد باقی شعراء اور سادات کی طرح مغل دور میں ہی ایران سے ہندوستان آتے ہونگے۔ رمزی کی شاعری سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی جوانی کا زمانہ ہندوستان ہی میں بسر کیا ہے کیونکہ وہ ہندوستان کے محبوبوں سے اپنے عشق کا اظہار کرتا ہے شاید کسی مُغنیہ عورت کملا کی مجلس کا ذکر اپنی اس غزل میں کرتے ہیں۔

بے تامل سخن نشاید گفت　　در معنی بہ فکر باید سُفت
عارفی کو مرا نمودار شاد　　گفت باید سخن بہ حکمت گفت
گر در آتی بمجلس کملا　　لب بہ بندو کنای گوش شنفت
نیز با جاہلاں بیاں نکنی　　سر ظاہر کہ گفت بہ کہ نہفت
رمز یا رمز عشق یا اد گوے
کہ نہ نور دش بود ز عشق ونہ جُفت

ایک دوسرے مقطع سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ رمزی کا محبوب ایک ہندوستانی عورت ہے اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ رمزی ایران (عجم بھی) آتے جاتے ہونگے اور ہند میں بھی رہتے ہونگے ممکن ہے کہ کسی کاروبار کے سلسلے میں دونوں جگہوں پر انکا آنا جانا ہوتا ہوگا۔

رمزی نظر دسر نگر فتہ از رخ دورت
گر در عجم و یا کہ بہ ہندوستان تست

شاید ذیل کے مقطع میں بھی کسی ایسے ہی سفر کی خواہش کا اظہار کر رہے ہوں

اگر بجانب آبا کنی تو رو رمزی
رفیق اہل وفاشو درین سفر باما

رمزی کی شاعری میں فارسی کے دوسرے صاحب دیوان شاعروں کی طرح عشق ومحبت جام وشراب رندادر محتسب کی باتیں تو ملتی ہیں لیکن کسی بھی جگہ انہوں نے ان الفاظ کے معنیٰ کو بے لگام ہونے نہیں دیا ہے ان کے شعر کو پڑھ کر صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سچا عشق عشق ذات باری کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اور مرشد کامل کے بغیر اس جہاں نامراد میں کوئی راستہ ملنا ناممکن ہے انہوں نے اپنی زندگی کے سو سال کسی گوشہ گمنامی میں گذار کر یاد الٰہی اور شعر و ادب کی خدمت کے سوا کسی اور شے کی آرزو نہیں کی ہے اگرچہ وہ اکبر اعظم کی وفات سے دو سال پہلے یعنی ۱۰۱۲ھ میں اس جہاں فانی میں آئے اور اورنگ زیب عالمگیر کی وفات ۱۱۱۸ھ کے بعد اس دنیا سے چلے گئے اس طرح سے انہوں نے جہانگیر، شاہجہاں اور اورنگ زیب کی حکومتوں کا شاندار زمانہ بچشم خود دیکھا ہوگا لیکن اسکے دل میں شاہی درباروں کی چمک دمک کوئی اثر نہیں کر سکی اور کسی گوشہ گمنامی میں رہ کر وہ اپنے ہی خون جگر کو شراب ناب سمجھ کر پیتے رہے اس لئے وہ اکثر اپنے نام کے ساتھ "مسکین" لفظ لکھتے ہیں۔

فنا از خویش نگشتی چو رمزی مسکین

قلندری چہ ندیدی ز خود فنا ہرگز

غزلیات رمزی

نیست اصلا غم جانان تو ای غافل چرا
مانده در قید جسم و جاں و نفس و دل چرا

جان و دل در باز گر خواہی بجانان رسی
می نمی خواہی کہ تا گردی بدو واصل چرا

جستجوئی کن چہ در راه طلب پس مانده
چوں خر کاہل بذیر بار پا در گل چرا

شد بہار آمد خزاں وز نخل عمر خویشتن
میتوانستی نکردی معرفت حاصل چرا

دامن مردی بکف نگرفتہ نہ گام شتاب
پیر گر دیدی و بی پیری تو ای جاہل چرا

ایں زماں ہم نیست فکرت تا کہ در راه طلب
رہبری گیری کہ رہ یابی تو در منزل چرا

گر ہواتی منزل اصل ترا در سر بود
پس نمی جوتی چہ رمزی مرشد کامل چرا

دیگر

عمر ضایع می کنی ای خواجہ در دنیا چرا
می بپرد از می کمال خویشتن اصلا چرا
کنز مخفی دلت پنہاں ددا ری روز و شب
از برائے مال دنیا آہ و واویلا چرا
دادہ جادر دروں دل تو حُبِ ماسوا
میدہی رہ غیر حق در خانہ مولٰی چرا
گاہ اندر فکر دنیا گمہ بذکر آخرت
فکر و ذکر نیستت از خالق اینہا چرا
ایں و آں بنود لبغراز پردہ پیش روی یار
ما بندی پردہ پیش آں رُخ زیبا چرا
دیدہ گرداری برآ از پردہ بنگر روی یار
ماندہ در پردہ ہا با دیدہ بینا چرا
حمد للہ زید رمزی روی دلبر بین تو نیز
ماندہ در انتظار وعدہ فردا چرا

دیگر

چنین نوشتہ اند اندر رسالہ مہتاب
کہ می زخویش ندارد و پیالہ مہتاب

بیا و گوش خرد باز کن ز من بشنو
بیاں کنم و دو سه بیت استحالہ مہتاب
ز عکس ذرہ نور جمال دلبر ما
شدہ برسم امانت حوالہ مہتاب
دگرنہ نوں قمر چوں شبد بود قتراں
ہمیشہ بدر بود پس بلالہ مہتاب
برای پختن نور مشل عربالیت
کہ نام میکنی ادرا تو ہالہ مہتاب
اگر نبود ز خورشید نور درچشمش
برنیم شب نہ چریدی غزلہ مہتاب
مجھے حقارت مہر رمزی مسکین
ضعیف و زار شنو آہ و نالہ مہتاب

دیگر

ساقیا یک جرعہ دہ زاں لعل تاب — تاکہ بیخو کردم و مست و خراب
ظلمت زلف از رُخ خود دور کن — ناتوانم دید رویت بے حجاب
روی خود را در دل ما جلوہ دہ — تاکہ در شب رُخ نماید آفتاب
عاشقانت در خرابات مغاں — مست و بیخود حملہ اندر اضطراب
ہر کہ او سرمست جام عشق نیست — کے تواند دید رویت بے حجاب
ہر کہ بے تو زندگانی میکند — گر عبادت میکند دارد عذاب

رمزی می در خرابات آمده

بیخود و مست و خراب اندر خراب

دیگر

دل و دلدار مایکست یکست — غم و غمخوار مایکست یکست

جان و جانان زهم جدا نبود — سرو سردار مایکست یکست

غیر از و نیست هستی موجود — یار و اغیار مایکست یکست

گل ما چون شگفت از سر خار — گل ما خار مایکست یکست

گر دو بین است دیده احوال — در نظر یار مایکست یکست

نعمت الله شاه ملک بقا — ناصر کار مایکست یکست

وان نسیمی نسیم باغ بهشت — شاه انوار مایکست یکست

مغربی و عراقی و رومی — فخر عطار مایکست یکست

نور بخش است ناصر خسرو — کنز الاخیار مایکست یکست

حافظ ابن یمین و سفاینده

رمزی اسرار مایکست یکست

دیگر

هر جا که هست جلوه گه دلربای ماست

در هر طرف که سجده بیاری خدای ماست

حاجی بسوی کعبه و راهب بسوی دیر

هر دو ازان شدند که بیت خدای ماست

Scanned by CamScanner

ایں ہر دو قوم بر در میخانہ میرسند

لیک از طفیل آنکہ بحق رہنمائے ماست

خبر حق کجاست تا بسوئے حق راہبر شود

حق ہادی و ہدایت و راہ ہدائے ماست

عارف چو باز رفت کہ جانان عالم است

پس سر نفی خود نمود و گفت او بجائے ماست

گفتم کہ کیست رمزی مسکین بگوی تو

گفتا کہ محرم حرم کبریائے ماست

دیگر

الغیاث از دست نفس خویش یارب الغیاث

ماندہ ام از نار ایں بدکیش در تب الغیاث

مثل بوحا ہیچ افسوں نیست بروئے کارگر

خواندہ ام چہل سال افسوں مثل مطلب الغیاث

سال عمرم در گذشت از پنجہ و باشد ہنوز

دل مرا مغلوب او رانیش غالب الغیاث

مرہمی کن چوں طبیب جاں مجروحاں توئی

کامدہ جانم ز نیشش ایستن برلب الغیاث

من بکر تو مذہب و کیش ندارم چوں کنم

خلق میخواہند از من کیش و مذہب الغیاث

رمزی مسکین ز دست خلق نالد در غلط

الغیاث از دست نفس خویس یارب الغیاث